© rasailojaraid.com

ابوسلمان شاہجہان پوری

تاریخ سندھ کا ایک یادگار واقعہ

پچھلے باب میں گزر چکا ہے کہ افغانستان اور برٹش انڈیا کے مابین جنگ اور صلح نامے کے نتیجے میں مولانا سندھی مرحوم کے لیے اپنے سابقہ انداز سے سیاسی کام کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔ اس لیے مولاناؒ نے حالات کا اندازہ کرکے فوراً اپنے لیے ایک نیا سیاسی منصوبہ تیار کر لیا جس کے مطابق وہ افغانستان میں آئندہ اپنا کام جاری رکھ سکیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے بظاہر جو اقدام کیے ان پر دوبارہ ایک نظر ڈال لینی چاہیے۔

۱۔ مولانا نے کابل میں انڈین نیشنل کانگریس کی شاخ قائم کی۔ اور

۲۔ فلسفۂ عدم تشدد پر اپنے یقین کے اظہار کے ساتھ آئینی اور دستوری حدود کے اندر رہ کر ملک کی آزادی کے لیے کام کرنے کا اعلان کر دیا۔ کانگریس شاخ کابل کے صدر مولانا مرحوم خود تھے۔

۳۔ ۱۹۲۲ء میں جب مولانا روس گئے تو وہاں اسی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا۔

۴۔ ترکی کے رہنماؤں سے بھی اسی حیثیت سے ملاقاتیں کیں اور ۱۹۲۴ء میں استنبول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے انھوں نے آزاد ہند کے نظام حکومت کے بارے میں اپنے منصوبے اور سیاسی طریقۂ کار کا اعلان کیا تو اسے بھی مولانا نے کانگریس شاخ کابل کے صدر کی حیثیت سے شائع کیا۔ یہ گویا اس بات کا اظہار تھا کہ اب وہ ملک کی آزادی کے لیے پرامن جدوجہد پر ایمان رکھتے ہیں۔

۵۔ پھر ۱۹۲۶ء میں جب مولانا حجاز تشریف لے گئے تب تو وہ بظاہر بالکل ہی سیاسی کاموں سے الگ رہے۔

مولانا سندھی مرحوم کے سیاسی کردار میں بظاہر یہ ایک بنیادی اور بہت اہم تبدیلی تھی۔ بس ایسی صورت میں جب کہ اندرون ملک کانگریس پر کوئی پابندی نہیں تھی، مولانا مرحوم کے ہندوستان واپس آنے پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے لیکن معلوم ہے کہ انگریزی حکومت نے انھیں واپس ملک میں آنے کی اجازت نہیں دی۔

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی علیہ الرحمۃ کی ہدایت پر ایک خاص مشن پر کابل گئے تھے اور اسی سلسلے میں حضرت شیخ الہندؒ نے بعد میں حجاز کا سفر اختیار کیا تھا جہاں سے انھیں گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا بھیج دیا گیا، مالٹا میں وہ اوائل ۱۹۲۰ء تک قید رہے لیکن عجیب بات ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت کی جماعت خاص کے دوسرے رفقاء کو رہا کر دیا گیا اور وہ ہندوستان واپس تشریف لے آئے لیکن حضرت کے مشن کے ایک رکن اور ان کی جماعت کے ایک فرد کو وطن واپس آنے کی اجازت نہیں دی گئی اور وہ حسب سابق حکومت کے خطرناک مجرموں کی فہرست میں شامل رہا۔

پھر جب ۱۹۳۵ء کے قانون ہند کے ملک میں انتخابات ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں تمام صوبوں میں قومی حکومتوں کا قیام عمل میں آیا اور ملک کے اکثر صوبوں میں خالصۃً کانگریس کی حکومتیں قائم ہو گئیں اور بعض مسلم اکثریت کے صوبوں میں بھی کانگریس شریک تھی تو اس بات کا قوی امکان پیدا ہو گیا کہ اب مرکزی حکومت کانگریس کی ایک بیرونی شاخ کے صدر (مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم) پر سے ہندوستان میں داخلے کی پابندی ختم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کردے گی لیکن اس وقت بھی ایسا نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ بعض صوبائی حکومتوں کی سفارشوں سیاسی جماعتوں کی یادداشتوں، بعض سیاسی رہنماؤں کے مطالبوں اور اخبارات کے اداریوں کو بھی یکسر نظرانداز کردیا گیا۔

برٹش حکومت کی نظر میں وہ اب بھی ایک خطرناک شخص تھے۔ انگریزوں نے اس کی جماعت (کانگریس) کو قومی حکومتوں کے قیام کی اجازت دے دی تھی لیکن اس جماعت کے ایک ممبر (مولانا سندھی) کو ملک میں داخل ہونے اور قومی حکومتوں کا ہاتھ بٹانے کی اجازت نہ تھی۔ برٹش حکومت مولانا کی پُرامن سیاسی جدوجہد اور عدم تشدد کے فلسفے پر یقین کے اعلان و اظہار، کابل میں اُردو یونیورسٹی کے قیام کی غیر سیاسی و تعلیمی تحریک، ان کے رُوس، ترکی، حجاز میں سیاسی کشمکش سے علٰحدہ پرسکون قیام اور غیر سیاسی پرامن نقل و حرکت کے پیچھے ایک مسلسل انقلابی جدوجہد کو دیکھ رہی تھی، رولٹ کمیٹی کی رپورٹ حکومت کے سامنے تھی وہ اُسے کیسے بھول سکتی تھی جس کے مطابق

"عبیداللہ تجویزیں تیار کرنے اور منصوبے بنانے میں عجیب غریب اور غیر معمولی دماغ کا آدمی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی بڑی سلطنت کا حکمران ہے"

رولٹ کمیٹی کی رپورٹ کوئی معمولی چیز نہ تھی جسے حکومت نظرانداز کردیتی۔ حکومت مولانا کو ملک میں آنے کی اجازت دے کر اپنے لیے مسائل کیوں کر پیدا کرسکتی تھی۔ آج تو کوئی راز راز نہیں رہا۔ وقت نے ملک کی آزادی کے بہی خواہوں کو گن گن کر بتا دیا ہے، اور تحریکِ آزادی کے محاذ پر جو برٹش استعمار کے نمائندے تھے ان کے چہروں کا نقاب بھی اُلٹ دیا گیا ہے، لیکن اس وقت سیاسی مبصرین کی نظر بھی ان حقائق کا ادراک کرنے سے قاصر تھی لیکن کیا اپنے دوستوں اور دشمنوں کے بارے میں برٹش حکومت بھی کسی غلط فہمی کا شکار تھی؟ برٹش حکومت کے لیے اس وقت بھی کوئی راز راز نہ تھا۔ حکومت کو اس وقت بھی معلوم تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۔ افغانستان میں حکومت موقتہ ہند کا قیام، جس میں مولانا سندھیؒ وزیر داخلہ بھی تھے، صرف مولانا سندھی مرحوم کے غیر معمولی ذہن کا کرشمہ تھا۔

۲۔ امیر حبیب اللہ خاں سے حکومت موقتہ کا معاہدہ مولانا سندھیؒ کے سیاسی تدبر کا نتیجہ تھا۔

۳۔ مولانا کی ذاتی ڈائری (کابل میں سات سال) کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ امیر حبیب اللہ خاں سے انقلاب پسند افغانوں کی مایوسی کے بعد امیر موصوف کو اقتدار سے ہٹانے اور امیر امان اللہ خاں کو برسرِ اقتدار لانے کے لیے جو منصوبہ تیار کیا گیا تھا اس میں مولانا شریک تھے۔ مولانا مرحوم کے ایک شاگرد مولوی خدا بخش سیکریٹری بیت الحکمت لاہور کے مطابق

"انھوں نے افغانستان کے انقلاب میں براہِ راست حصّہ لیا تھا۔" [۵]

۴۔ امیر حبیب اللہ خاں کے قتل کے بعد امیر امان اللہ خاں سے اس معاہدے کی تجدید و توثیق مولانا سندھیؒ کے اثر و رسوخ کا نتیجہ تھی۔

۵۔ امیر امان اللہ خاں کو مولانا مرحوم کی ذات گرامی سے جو تعلق تھا اس کا اندازہ مولانا کے ان جملوں سے کیا جاسکتا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

"جس قدر وہ اپنے وزراء کی پہلی صف پر اعتماد کرتے تھے، ہمارے ساتھ ان کا معاملہ اسی کے قریب قریب تھا۔ ہم ان کی پرائیویٹ مجلسوں میں شامل ہوتے تو جیسے وہ اپنے خاندانی اور قومی بزرگوں کا احترام کرتے تھے، ہم سے ان کا برتاؤ اسی قسم کا ہوتا تھا۔ ہم نے کوئی مشورہ عرض نہیں کیا جو قبول نہ فرمایا ہو۔ ہم نے کوئی سفارش نہیں کی جو رد کردی گئی ہو۔ ایسی حالت میں ہم سے جو کچھ ہوسکتا تھا ہم نے سلطنت

---

[۵] روزنامہ انقلاب لاہور۔ ۲۵ اگست ۱۹۴۴ء صفحہ ا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افغانستان کے مستقل و مستحکم بنانے میں کوئی دریغ نہیں کیا۔" ۵۱

۶۔ ا۔ حکومت سے یہ بات بھی چھپی ہوئی نہ تھی کہ حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ کی وفات کی خبر پر امیر امان اللہ خاں نے مولانا سندھی مرحوم کو وزارتِ خارجیہ میں بلاکر اُن سے تعزیت کی تھی۔

ب۔ حکومت کی طرف سے فاتحہ خوانی کی مجلس منعقد کی تھی۔

ج۔ تقریباً چالیس ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا تھا۔

د۔ ارکانِ سلطنت اور رؤسائے ملت کے تعزیتی جلسے میں امیر موصوف نے حضرت شیخ الہندؒ کے اوصاف و محامد اور خدمتِ دینی کا شاندار الفاظ میں اعتراف کیا تھا اور بقول مولانا سندھیؒ "امیر موصوف کے یہ جملے تاریخ میں یاد رکھنے کے قابل ہیں،

"مولانا محمود حسن یک نورے بود۔ ما می خواہیم کہ ازیں نور نورہا پیدا شود۔ مولانا محمود حسن یک کارے شروع کرد۔ ما او را پورا می کنیم"۔ ۵۲

اور حکومت افغانستان کے ان تمام اقدامات کے پس منظر میں سے مولانا سندھیؒ کی شخصیت کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اِس میں حضرت شیخ الہندؒ کی عظمت ہی کا اعتراف نہیں بلکہ مولانا سندھیؒ مرحوم کے سیاسی تدبر اور ان کی خدمات کو خراجِ تحسین بھی اس میں پوشیدہ ہے۔

۷۔ رُوس کے ساتھ حکومت موقتہ کے معاہدے اور روسی ترکستان اور زارِ روس کو ہندوستان سے انگریزی حکومت کے خاتمے کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش مولانا سندھیؒ کے مشورہ و ایماء سے ہوئی تھی۔

۸۔ جاپان کے علاوہ ترکی حکومت کی رائے انگریزوں کے خلاف کرنے کے لیے حکومت

---

۵۱ کابل میں سات سال۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ مطبوعہ سندھ ساگر اکادمی لاہور۔ صفحہ ۸۵

۵۲ ایک غیر مطبوعہ تحریر۔ بشکریہ مولوی عزیز احمد کراچی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موقتہ کے وفود بھیجنے اور اس سے معاہدہ کرنے کی تجویز مولانا مرحوم کی تھی۔

۹۔ افغانستان میں قومی رضاکاروں کی تنظیم جُنود اللّٰہ کا قیام صرف مولانا سندھی کے غیر معمولی دماغ کی کاوش تھی۔

۱۰۔ برٹش اثرات سے افغانستان کے اعلان آزادی میں مولانا سندھی کے مشورے اور رہنمائی کو دخل تھا۔ اگران کی شخصیت نے امیر امان اللہ خاں کو متاثر نہ کیا ہوتا اور اور اعلانِ آزادی کے لیے وہ انگریزوں کی اس وقت کی مشکلات سے فائدہ اٹھانے کا مشورہ نہ دیا ہوتا تو امیر مرحوم کا اعلان آزادی کم از کم اس وقت تو ہرگز ظہور میں نہ آتا۔

۱۱۔ امیر امان اللہ خاں کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کرنا اور مئی ۱۹۱۹ء میں جب کہ جنگ عظیم اول کی وجہ سے انگریزی حکومت بے شمار مسائل و مصائب سے دوچار تھی۔ افغانستان کی طرف سے ہندوستان پر حملہ کرا دینا، مولانا سندھی علیہ الرحمۃ کا کارنامہ تھا۔

۱۲۔ نیز اس حملے کے لیے برصغیر پاک و ہند کی فضا کو تیار کرنا، افغان فوجوں کی مزاحمت کے امکانات دُور کرنے کی سعی اور رسد و سامان سے ان کی امداد کرنے کا بندوبست کرنا مولانا سندھیؒ کی ذمے داری تھی اور اس کے لیے انھوں نے حکومت موقتہ کی جانب سے شمالی مغربی اضلاع ہند کے عوام کے نام اپیل شائع کرائی تھی۔

۱۳۔ برٹش حکومت سے افغانستان کی جنگ کے دوران میں مولانا بہ نفس نفیس محاذ سمت مشرقی کے کمانڈر ان چیف صالح محمد خاں کے ساتھ محاذِ جنگ پر موجود تھے اور صالح محمد خاں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ مولانا سندھی مرحوم کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہ کرے۔[۵۱]

اس کے علاوہ مولانا کے رفیقوں اور عزیزوں میں سے :-

- خوشی محمد بھی مولانا کے ساتھ بطورِ مشیر شریک تھا۔

---

۵۱ آپ بیتی (حصہ اول) ظفر حسن ایبک۔ منصور بک ہاؤس لاہور، صفحہ ۱۴۶ و ۱۵۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

• ظفر حسن ایبک مولانا کے خاص عقیدت کیش اور شاگرد محاذ سمت جنوبی کے کانڈران چیف سردار محمد نادر خاں سے بطور مشیر وابستہ تھے۔

• ایوب خاں مہاجر وزیرستان کے محاذ کے کانڈر سردار شاہ ولی خاں کے ساتھ تھا۔

• عبداللطیف خان مہاجر پیواڑ کے محاذ کے کمانڈر سردار شاہ محمود خاں سے وابستہ تھا۔[۵۱]

• محمد علی مولانا کے بھتیجے محاذ سمت مغربی یعنی قندھار کے محاذ کے کمانڈر سردار عبدالقدوس خاں کے ساتھ تھے اور انگریزوں کے خلاف اس جنگ میں ان کی خدمات کا نہ صرف زبانی اعتراف کیا گیا تھا بلکہ ان خدمات کے صلے میں انھیں خلعتِ خاص سے سرفراز کیا گیا تھا۔[۵۲]

۱۴۔ مولانا سندھی مرحوم کے یہ رفیق اس جنگ میں شریک ہوئے تھے اور سرحدی علاقوں کے بارے میں ان نوجوان کی معلومات سے حملوں کے منصوبوں میں بہت فائدہ اٹھایا گیا تھا۔ اور ان کے کارناموں کو لائقِ تحسین سمجھا گیا تھا۔[۵۳]

۱۵۔ رُوس کی انقلابی حکومت سے تعلقات پیدا کرنے اور افغانستان کی طرف سے ہندوستان پر حملے میں ان کی اخلاقی اور مادی امداد حاصل کرنے کے لیے غلام بچہ محمد ولی خاں کی سربراہی میں جو وفد بھیجا گیا تھا، اس میں مولانا سندھیؒ کے بھتیجے عزیز احمد صاحب شامل تھے۔

۱۶۔ ۱۹۲۱ء میں جب گاندھی جی نے تحریک لاتعاون کو مؤثر بنانے کے لیے اہلِ ملک سے ایک کروڑ روپے جمع کرنے کی اپیل کی لیکن مقررہ تاریخ پر روپیہ فراہم ہونے کی امید نظر نہ آئی اور خیال پیدا ہوا کہ چند لاکھ روپے کی کمی رہ جائے گی۔ چونکہ یہ مسئلہ ملک کے آزادی خواہوں اور تحریک کے رہنماؤں کے وقار کا مسئلہ بن گیا تھا

---

۵۱ آپ بیتی (حصۂ اول) صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۲

۵۲ و ۵۳ کابل میں سات سال صفحہ ۸۸ و ۸۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس لیے مولانا سندھی مرحوم نے روس کی انقلابی حکومت سے بقیہ رقم کی جو کئی لاکھ روپے تھی، منظوری لے کر انڈین نیشنل کانگریس کو اطلاع دی تھی کہ کانگریس کمیٹی کابل بقیہ رقم کی فراہمی کا وعدہ کرتی ہے۔ اگرچہ روسی حکومت کی اس امداد سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور ملک کے اندر ہی مقررہ تاریخ سے چند دن پہلے ایک کروڑ روپیہ فراہم ہوگیا تھا۔ لیکن برٹش حکومت کے لیے مولانا سندھیؒ کی پیشکش جو انھوں نے کانگریس کو کی تھی انتہائی معنیٰ خیز اور حیرت زا تھی خواہ اس وقت برٹش حکومت کو اس پیش کش کے پس منظر اور اصل انتظام کا علم نہ ہوا ہو لیکن بعد میں اسے روس کی انقلابی حکومت کی امداد کا علم ضرور ہوگیا ہوگا۔

۱۷- ۱۹۲۳ء میں سفر ماسکو کے موقع پر روس کے وزیر خارجہ مسٹر چچرن سے مولانا بذاتِ خود ملے تھے اور روسی امداد سے ہندوستان کو آزاد کرانے کا جو منصوبہ بنایا گیا تھا اس کی روحِ رواں مولانا مرحوم کی ذات گرامی تھی۔

۱۸- ترکی کا سفر اسی منصوبے کے سلسلے میں تھا۔ مولانا سندھیؒ وہاں قیام کرکے افغانستان کے ذریعے اس منصوبے کی کامیابی کے لیے جدوجہد میں مصروف رہے تھے۔

۱۹- ہندوستان کے انقلاب پسندوں ایم این رائے وغیرہ سے مولانا کے تعلقات تھے۔

۲۰- ۱۹۲۶ء کے بعد حجاز کے دوران قیام میں برصغیر پاک و ہند کے انقلاب پسندوں سے تعلقات اور ملک کی انقلابی تحریک میں مولانا مرحوم کا اثر و رسوخ بھی برٹش حکومت کے لیے کوئی راز کی بات نہ تھی۔

یہ حقائق تھے۔ اس وقت ان حقائق سے خواہ کوئی انکار کرتا اور آئندہ خدشات کے بارے میں حکومت کو جھٹلاتا لیکن حکومت ان حقائق کو نظر انداز نہیں کرسکتی تھی وہ مولانا سندھیؒ کو برٹش استعمار کے ایک شدید ترین دشمن اور انتہا پسند انقلابی سے کم حیثیت دینے پر تیار نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مرکزی حکومت نے تقریباً دس سال تک ان تمام یادداشتوں، مطالبوں اور سفارشوں کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا اور اس وقت تک مولانا کو ہندوستان واپس آنے کی اجازت دینے پر آمادہ نہیں ہوئی جب تک حکومت سندھ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا کی ضمانت نہیں دی۔ مولانا سندھیؒ کے واپس آنے اور آئینی دور کے اندر رہ کر پُرامن سیاسی جدوجہد کرنے کے بارے میں کسی صوبے کی حکومت بھی مرکز کو اطمینان دلاسکتی تھی لیکن یہ شرف صوبہ سندھ کی اللہ بخش وزارت کی قسمت میں لکھا تھا۔

اس سلسلے میں مشہور سیاسی رہنما سر حاجی عبداللہ ہارون، مولانا حافظ محمد صادق صدر جمعیت علمائے صوبہ سندھ، مشہور ادیب و صحافی مولانا دین محمد وفائی ایڈیٹر توحید کراچی اور پیر سید تراب علی شاہ راشدی مرحومین کے علاوہ شیخ عبدالمجید سندھی، محترم جی ایم سید، جناب محمد امین خاں کھوسو، پاکستان کے مشہور صحافی سید علی محمد راشدی اور دیگر صاحبوں کی کوششوں کا خاص حصہ ہے۔

سندھ سے باہر کے لوگوں میں مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی قاضی عبدالغفار مرحومین نے خاص طور پر اخباری عوامی، جماعتی سطح پر مولانا سندھی کی وطن واپسی کے لیے کوشش کی۔ جماعتوں میں جمعیت علمائے ہند، مجلس احرارِ اسلام، انڈین نیشنل کانگریس نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ مسلم لیگ کا جماعتی حیثیت سے اس معاملے میں رویہ افسوس ناک رہا۔ شخصی حیثیت میں بعض صداقت شعاروں نے اپنے اخلاصِ عمل سے جماعت کے دامن سے بے عملی کے اس دھبے کو مٹانے کی کوشش کی۔

مولانا سندھی مرحوم کی رہائی کے لیے ہندوستان میں جو کوششیں ہوئیں ان کا ذکر خود مولانا نے جمعیت علمائے صوبہ بنگال کے اجلاس (منعقدہ کلکتہ) کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اس پر ایک نظر ڈال لینی چاہیے۔ مولانا فرماتے ہیں:

> آپ مجھے اجازت دیں کہ جن لوگوں نے میری واپسی کے لیے سعی کی ہے ان کا شکریہ ادا کروں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے میرے محترم دوست چودھری غلام رسول مہر اور میرے قدیم مہربان سر عبداللہ ہارون نے میرے لیے کوشش شروع کی، وہ تحریک بعض عارضی وجوہ سے اس وقت کامیاب نہ ہو سکی مگر کوشش کرنے والوں کی داد نہ دینا ایک طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی پست ہمتی اور کفرانِ نعمت ہے۔ اس لیے میں اس اجلاس میں ان کے لیے دُعا کرتا ہوں۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء

دُوسری دفعہ اس تحریک کو انڈین نیشنل کانگریس نے مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں چلایا اور میرے دوستوں نے ہندکے گوشے گوشے سے تائید کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گورنمنٹ ہند نے مجھے واپسی کی اجازت دی۔ اس تحریک کی تائید میں ہر ہندوستانی نے حصّہ لیا۔ مسلکِ سیاسی کے اختلاف کا ان پر کوئی اثر نہیں آیا۔ پھر بھی مجھ سے خصوصی تعلق رکھنے والی جماعتیں مثلاً دارالعلوم دیوبند اور جمعیت علمائے ہند کی شاخیں اور سندھ کی سیاسی اور غیر سیاسی جماعتیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اس اجازت کے مسئلے کو اگر بہ نظرِ عمیق دیکھا جائے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس فیصلے میں ہز امپیریل میجسٹی کے وزیرِ ہند کی منظوری حاصل کی گئی ہے۔ اور یہ بھی صاف طور پر سامنے آجائے گا کہ اگر سندھ گورنمنٹ اپنی ضمانت نہ پیش کرتی تو یہ معاملہ شاید صورت پذیر ہی نہ ہوتا اور آگے دیکھا جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ سندھ گورنمنٹ کو اس ضمانت پر تیار کرنے کے لیے برطانوی وزارت مختار مقیم جدہ اور اس کے معاون انڈین وائس قونصل نے خاص حصّہ لیا ہو۔ اس لیے میں

۱۔ ہز امپریل میجسٹی اور برٹش کیبنٹ

۲۔ پھر ہز ایکسی لینسی وائسرائے اور انڈین گورنمنٹ

۳۔ پھر ہز ایکسی لینسی گورنر سندھ اور اس کی گورنمنٹ کے معزز اراکین مثل سر غلام حسین ہدایت اللہ

۴۔ پھر برٹش قونصل قائم مقام جدہ اور اپنے محترم دوست پیر للل شاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انڈین وائس قونصل جدہ کا صمیم دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اسی طرح اس کے ساتھ ساتھ بلکہ ایک حیثیت سے پہلے اپنے وطن کے بہت بڑے فلاسفر مہاتما گاندھی اور اپنی قومی جماعت انڈین نیشنل کانگریس جس کا میں سولہ سال سے ممبر ہوں اور اپنی بیرونی زندگی میں اس کے لیے خاص طور پر کام کرتا رہا ہوں۔ اور کانگریس کے سرکردہ ممبروں کا عموماً اور اپنے معزز دوست شری پت برج لال بیانی ممبر کونسل آف اسٹیٹ اور ڈاکٹر چوئتھ رام سابق پریذیڈنٹ سندھ کانگریس کمیٹی کا خصوصاً اور پھر عام مسلمانوں کی جماعتوں اور عام ہندوستانیوں کا شکریہ اسی قدر صمیم قلب سے ادا کرتا ہوں۔

جن حضرات کا یہ شکریہ ادا کر رہا ہوں، ان کی یہ ترتیب فقط ظاہری حیثیت سے ہے، یہاں میں اس کے بطن کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

اِس معنوی لحاظ سے سب سے پہلے حضرت مولانا حسین احمد مدنی مدظلہ العالی کا نام آتا ہے جو میرے استاذ شیخ الہندؒ قدس سرہ کے قائم مقام یعنی ثانی شیخ الہند ہیں۔ اگر مولانا حسین احمد میری واپسی کی خواہش ظاہر نہ کرتے تو بمشکل اس امر پر راضی ہوتا کہ گورنمنٹ ہند سے واپسی میں سہولت پہنچانے کے لیے درخواست کروں۔"[1]

لال شاہ بخاری صاحب کو اس سے مستثنیٰ کر دینا چاہیے اس لیے کہ وہ مولانا سندھی مرحوم سے واقعتاً عقیدت رکھتے تھے۔ وہ ایک مخلص نوجوان تھے وہ اگرچہ خود سرکاری ملازمت میں تھے لیکن ان کے ذہنی و فکری رشتے آزادی خواہ، ترقی پسند اور علمائے حق کی اسی مقدس جماعت سے تھے۔ جس کے رکن رکین مولانا سندھی مرحوم تھے۔ انھوں نے مولانا سندھی

---

[1] خطبات و مقالات مولانا عبیداللہ سندھی۔ مطبوعہ سندھ ساگر اکادمی لاہور۔ صفحہ ۸۳ تا ۸۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرحوم کی وطن واپسی کے لیے نہایت اخلاص کے ساتھ کوششیں کی تھیں۔ پروفیسر محمد سرور صاحب جب حجاز میں مولانا سندھی مرحوم کی خدمت میں پہنچے تو ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ سرور صاحب لکھتے ہیں:

"خوش قسمتی سے ان دنوں جامعہ کے ایک استاذ اور میرے ساتھی چودھری اکبر علی کے ایک دوست سید لال شاہ بخاری جدہ میں نائب قونصل تھے جن کے ذمے ہندوستان سے جانے والے حاجیوں کا انتظام تھا جدہ میں میں ان کے ہاں ٹھہرا۔ اتفاق سے مولانا سندھیؒ سے ان کے گہرے مراسم نکلے۔ سید لال شاہ بخاری کی بیوی مولانا عبدالقادر قصوری کے بڑے صاحبزادے مولانا محی الدین قصوری کی بیوی کی عزیز تھیں۔ مولانا عبدالقادر قصوری نے تاکید کر رکھی تھی کہ وہ مولانا سندھیؒ کی جو بھی مدد کر سکتے ہیں کریں۔ شاہ صاحب جن کا افسوس ہے کچھ سال پہلے انتقال ہو گیا برطانوی حکومت کے ایک افسر ہوتے ہوئے بھی مولانا سندھی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کو واپس ہندوستان آنے کی اجازت دلوانے میں شاہ صاحب کی کوششوں کا بھی بڑا دخل تھا۔ انھوں نے جدہ سے حکومت کو مولانا کے بارے میں بڑی اچھی رپورٹیں بھیجیں۔ انھیں کے ذریعے گفت و شنید اور خط و کتابت میں بھی آسانیاں ہوئیں اور اس طرح مولانا سندھیؒ کا اتنی جلدی واپس وطن آنا ممکن ہو سکا۔ سید لال شاہ بخاری نے ایک دفعہ جدہ میں مجھ سے کہا کہ یہ سب کچھ میں مولانا عبدالقادر قصوری صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں کر رہا ہوں۔"

اس اقتباس میں ہز امپیریل میجسٹی، ہز ایکسی لینسی والسرائے ہند یا گورنر سندھ

افادات و ملفوظات مولانا عبیداللہ سندھیؒ مرتبہ محمد سرور۔ مطبوعہ سندھ ساگر اکادمی لاہور۔ صفحہ ۲۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برٹش قونصل کے الفاظ محض رسماً اور مصلحتاً آئے ہیں۔ ان الفاظ کا تعلق مولانا سندھی کی خاص ڈپلومیسی سے ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ملک کے حریت پسند، ہندوؤں اور مسلمانوں نے مولانا علیہ الرحمۃ کی واپسی کے لیے کوشش کی۔ انڈین نیشنل کانگریس اور جمعیت علمائے ہند اور سندھ کی آزادی پسند جماعتوں نے خاص طور پر مولانا کی واپسی کے برٹش حکومت کو مجبور کیا۔ بالآخر حکومت کو ان حریت پسندوں کی کوششوں اور مطالبوں کے آگے جھکنا پڑا۔ اس کے لیے حکومت نے چند شرائط رکھیں۔

- پہلی شرط یہ تھی کہ مولانا سندھی اپنی واپسی کی اجازت کے لیے برطانوی حکومت سے اس کی آئین پسند رعایا کے ایک فرد کی حیثیت سے درخواست کریں۔
- دوسری شرط یہ تھی کہ مولانا کسی بیرونی انقلابی تحریک یا کسی حکومت سے تعلق نہیں رکھیں گے خصوصاً اشتراکی تحریک سے اظہار بریت کریں اور آئندہ بھی اس سے کوئی تعلق نہ رکھنے کا وعدہ کریں۔
- تیسری شرط یہ تھی کہ وہ آئندہ ہندوستان میں آئین کی حدود میں رہ کر پُرامن سیاسی جدوجہد کے سوا کسی دہشت انگیز طریقہ کار کو اختیار نہیں کریں گے۔
- چوتھی شرط یہ تھی کہ کوئی صوبائی حکومت ان کی ضمانت دے کہ وہ ان شرائط کے پابند رہیں گے سلہ

جہاں تک پہلی شرط کا تعلق ہے وہ ایک معشوق ستم پیشہ کی ادائے دیوانہ تھی۔ جب یہ طے کرلیا کہ اب اسی کا بن جائے بغیر چارہ نہیں تو پھر جان و ایمان اور جسم و جان کا سوال اٹھانے کی کیا ضرورت۔

دوسری اور تیسری شرط کا تعلق خاص مولانا کی ذات سے تھا اور انھیں کو فیصلہ کرنا تھا کہ آیا انھیں مانا جائے یا رد کردیا جائے۔ میرا خیال ہے مولانا سندھی مرحوم خود اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ ایک عملی سیاست داں کے لیے ملک سے باہر معطل بیٹھنے سے زیادہ

سلہ مولانا عبیداللہ سندھی کا خط بنام ڈاکٹر چوتھ رام و خطبات و مقالات صفحہ ۸۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہتر ہے کہ کچھ پابندیوں کے ساتھ ملک کے اندر کام کرنے کی اجازت منظور کرلینا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ کی تحریک و خواہش نے ان شرائط کو قبول کر لینے پر ان کی رائے کو اور زیادہ پختہ کر دیا اور وہ ان شرائط کو قبول کر لینے پر آمادہ ہو گئے۔

اس وقت تک تحریک آزادی جس مرحلے میں داخل ہو چکی تھی، وہاں اس بات کی ضرورت باقی نہ رہی تھی کہ کسی بیرونی طاقت کا سہارا لیا جاتا۔ انگریز ہندوستان کو آزاد کر دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ مسئلہ صرف وقت اور آزادی کی صورت اور اس کی نوعیت کا تھا یعنی یہ کہ ہندوستان کو آزادی کب اور کس صورت میں دی جائے۔ اس لیے کسی بیرونی انقلابی تحریک یا حکومت سے تعلق رکھنے اور اس کی مادی یا اخلاقی امداد کا سہارا لینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی تھی۔

رہ گیا کمیونسٹ نظریے سے اظہار بریت اور آئندہ اسے اپنا سیاسی عقیدہ نہ بنانے کا غور! تو مولانا نے اس کے لیے صاف صاف لکھ دیا کہ

"کمیونسٹ ریولیوشن کو میں نے کبھی اپنا سیاسی عقیدہ (کریڈ) نہیں بنایا اور نہ آئندہ میرے جیسے لوگوں سے یہ ممکن ہے۔"

البتہ ایک بات مولانا نے صاف صاف لکھ دی کہ

"بعض ہمارے رفیق جو کابل میں میرے ساتھ کام کر چکے ہیں اور پھر وہ کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہو گئے تھے ان سے شخصی ہمدردی چلی آتی ہے۔" ۵۱

البتہ چوتھی شرط قبول کرنے یا نہ کرنے کا مولانا کی ذات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس کا دار و مدار کسی صوبائی حکومت پر تھا۔ اس کے لیے سندھ میں مولانا کے نیاز مندوں نے سبقت کی اور آگے بڑھ کر سندھ کی حکومت کو مجبور کر دیا کہ وہ مولانا کی ضمانت دے۔

---

۵۱ مولانا سندھیؒ کا خط بنام ڈاکٹر چوئتھ رام۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن یہ بات کہہ کر ہم وزیراعلیٰ سندھ خان بہادر اللہ بخش شہید کی سعادتوں کو گھٹانا یا اس کے شرف کو چھیننا نہیں چاہتے۔ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ایک عظیم سندھی وہ اپنی حریت پسندی میں کسی بھی ہندو یا مسلمان قومی رہنما سے پیچھے نہ تھا۔ وہ اپنی قوم پرستی میں بڑے سے بڑے نیشنلسٹ سے بڑا قوم پرست تھا۔ اس نے سندھ کی ترقی میں عظیم الشان کردار ادا کیا ہے وہ مرد غیور اور ایک بے غرض انسان تھا۔ اس کی گردن کبھی کسی ہندو یا مسلمان رہنما کی عظمت کے سامنے نہیں جھکی۔ اس کا پیمانۂ فکر میخانۂ سیاست کی ہستیوں سے بہت بلند تھا۔ اس نے سیاسی جوڑ توڑ اور شخصی مفادات پر ہمیشہ ایک نظر حقارت ڈالی اور آگے بڑھ گیا۔ اس کی شہادت اس کی ترقی پسندی، اولوالعزمی اور اس کی قومی بہی خواہی پر شاہد عدل ہے اور برٹش استعمار کی دسیسہ کاریوں اور رجعت پسندوں کی ملت دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مولانا کی ضمانت دینے میں بیرونی دباؤ کو دخل نہ تھا بلکہ وہ اس خواہش میں مولانا کے نیازمندوں سے کسی طرح پیچھے نہ تھا۔ یہ عمل اس کا اپنا اور ذاتی تھا۔ یہ اس کا ایسا شرف ہے کہ کوئی دوسرا اس سے چھین نہیں سکتا۔

مولانا کی واپسی کے لیے ملک گیر تحریک میں سندھ کی اللہ بخش وزارت کا جو حصہ تھا اس کی اہمیت کا اندازہ مولانا کے ان جملوں سے لگایا جاسکتا ہے:

"اگر سندھ گورنمنٹ اپنی ضمانت نہ پیش کرتی تو یہ معاملہ شاید صورت پذیر ہی نہ ہوتا۔" [۵۱]

اپریل ۱۹۳۸ء کے اواخر تک مرکزی حکومت نے مولانا کی وطن واپسی کی اجازت کا فیصلہ کرلیا اور مئی کے شروع میں حکومت سندھ کو اس فیصلے سے مطلع کردیا۔ [۵۲] یکم نومبر کو مولانا سندھیؒ کو اس کی اطلاع ملی اور یکم جنوری ۱۹۳۹ء کو انھیں پاسپورٹ دے دیا گیا

---

[۵۱] خطبات و مقالات صفحہ ۸۴۔

[۵۲] روزنامہ انقلاب لاہور ۱۲ مئی ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن چونکہ حج کا موسم قریب تھا مولانا نے فریضۂ حج سے فارغ وطن روانگی کا فیصلہ کیا فروری کے آخر میں مولانا حجاز سے روانہ ہوئے۔ ۷ مارچ کو ان کا جہاز ساحلِ کراچی پر لنگرانداز ہوا۔

چوبیس[۲۴] سال کی جلاوطنی کے بعد امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ وطن تشریف لائے تھے۔ مختلف اضلاع سندھ اور پنجاب سے ہزاروں آدمی ان کے استقبال کے لیے آئے تھے۔ اہل کراچی انھیں ایک نظر دیکھ لینے کے لیے پروانوں کی طرح ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ وزیراعلیٰ سندھ خان بہادر اللہ بخش شہید اپنے ارکانِ حکومت اور عمائدینِ شہر کے ہمراہ بہ نفسِ نفیس مولانا علیہ الرحمۃ کے استقبال کے لیے بندرگاہ پر موجود تھے اور پورے ملک کے انقلابیوں اور حریت پسندوں کی نمائندگی کر رہے تھے۔

افاداتِ و ملفوظاتِ

حضرت علامہ عبید اللہ سندھیؒ

مرتبہ

پروفیسر محمد سرور جامعی

قیمت

اٹھارہ روپے

ملنے کا پتہ

سندھ ساگر اکادمی لاہور چوک مینار انارکلی

© rasailojaraid.com